

# تَفْہِیْمُ الْقُرْآنِ

نوح

(۷۱)

# نوح

**نام** ”نوح“ اس سورت کا نام بھی ہے اور اس کے مضمون کا عنوان بھی، کیونکہ اس میں از اول تا آخر حضرت نوح علیہ السلام ہی کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔

**زمانہ نزول** یہ بھی مکہ معظمہ کے ابتدائی دور کی نازل شدہ سورتوں میں سے ہے، مگر اس کے مضمون کی داخلی شہادت اس امر کی نشان دہی کرتی ہے کہ یہ اُس زمانے میں نازل ہوئی تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت و تبلیغ کے مقابلے میں کفارِ مکہ کی مخالفت اچھی خاصی شدت اختیار کر چکی تھی۔

**موضوع اور مضمون** اس میں حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ محض قصہ گوئی کی خاطر بیان نہیں کیا گیا ہے، بلکہ اس سے مقصود کفارِ مکہ کو متنبہ کرنا ہے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہی رویہ اختیار کر رہے ہو جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ ان کی قوم نے اختیار کیا تھا، اور اس رویے سے اگر تم باز نہ آئے تو تمہیں بھی وہی انجام دیکھنا پڑے گا جو ان لوگوں نے دیکھا۔ یہ بات پوری سورت میں کہیں صاف الفاظ میں نہیں کہی گئی ہے، لیکن جس موقع پر اور جن حالات میں یہ قصہ اہل مکہ کو سنایا گیا ہے اُس پس منظر میں خود بخود یہ مضمون اس سے مترشح ہوتا ہے۔

پہلی آیت میں بتایا گیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے رسالت کے منصب پر مامور فرمایا تھا، اُس وقت کیا خدمت اُن کے سپرد کی گئی تھی۔

آیات ۲-۴ میں مختصراً یہ بتایا گیا ہے کہ انھوں نے اپنی دعوت کا آغاز کس طرح کیا اور اپنی قوم کے لوگوں کے سامنے کیا بات پیش کی۔

پھر مدت ہائے دراز تک دعوت و تبلیغ کی زحمات اٹھانے کے بعد جو رُوداد حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب کے حضور پیش کی، وہ آیات ۵-۲۰ میں بیان کی گئی ہے۔ اس میں وہ عرض کرتے ہیں کہ کس طرح انھوں نے اپنی قوم کو راہِ راست پر لانے کی کوششیں کیں اور قوم نے ان کا مقابلہ کس ہٹ دھرمی سے کیا۔

اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کی آخری گزارش آیات ۲۱-۲۴ میں درج کی گئی ہے، جس میں وہ اپنے رب سے عرض کرتے ہیں کہ یہ قوم میری بات قطعی طور پر رد کر چکی ہے، اس نے اپنی تکمیل

اپنے رئیسوں کے ہاتھ میں دے دی ہے، اور انہوں نے بہت بڑا مکر کا جال پھیلا رکھا ہے، اب وقت آ گیا ہے کہ ان لوگوں سے ہدایت کی توفیق سلب کر لی جائے۔ یہ حضرت نوح علیہ السلام کی طرف سے کسی بے صبری کا مظاہرہ نہ تھا بلکہ صدیوں تک انتہائی صبر آزمایا حالات میں تبلیغ کا فریضہ انجام دینے کے بعد جب وہ اپنی قوم سے پوری طرح مایوس ہو گئے تو انہوں نے یہ رائے قائم کی کہ اب اس قوم کے راہِ راست پر آنے کا کوئی امکان باقی نہیں ہے۔ یہ رائے ٹھیک ٹھیک اللہ تعالیٰ کے اپنے فیصلے کے مطابق تھی۔ چنانچہ اس کے متصلاً بعد آیت ۲۵ میں ارشاد ہوا ہے کہ اُس قوم پر اُس کے کرتوتوں کی وجہ سے خدا کا عذاب نازل ہو گیا۔

آخری آیات میں حضرت نوح علیہ السلام کی وہ دعا درج کی گئی ہے جو انہوں نے عین نزولِ عذاب کے وقت اپنے رب سے مانگی تھی۔ اس میں وہ اپنے لیے اور سب اہل ایمان کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں، اور اپنی قوم کے کافروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ ان میں سے کسی کو زمین پر بسنے کے لیے جیتا نہ چھوڑا جائے، کیونکہ ان کے اندر اب کوئی خیر باقی نہیں رہی ہے، ان کی نسل سے جو بھی اٹھے گا کافر اور فاجر ہی اٹھے گا۔

اس سورہ کا مطالعہ کرتے ہوئے حضرت نوح علیہ السلام کے قصے کی وہ تفصیلات نگاہ میں رہنی چاہئیں جو اس سے پہلے قرآن مجید میں بیان ہو چکی ہیں۔ ملاحظہ ہو: الأعراف، آیات ۵۹ تا ۶۴۔ یونس، ۷۱، ۷۳۔ ہود، ۲۵ تا ۴۹۔ المؤمنون، ۲۳ تا ۳۱۔ الشعراء، ۱۰۵ تا ۱۲۲۔ العنکبوت، ۱۳، ۱۵۔ الصافات، ۷۵ تا ۸۲۔ القمر، ۱۶ تا ۹۔

## سُورَةُ نُوحٍ مَكِّيَّةٌ

۲۸  
آیتا۲  
سُورَتَا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّا اَرْسَلْنَا نُوحًا اِلٰی قَوْمِهٖ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاتِيَهُمْ  
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۱ قَالَ يَقَوْمِ اِنِّي لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۲ اِنْ اَعْبُدُوْا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ  
وَاطِيعُوْنَ ۳ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ يُؤَخِّرْكُمْ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۴

ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا (اس ہدایت کے ساتھ) کہ اپنی قوم کے  
لوگوں کو خبردار کر دے، قبل اس کے کہ ان پر ایک دردناک عذاب آئے۔

اس نے کہا: ”اے میری قوم کے لوگو! میں تمہارے لیے ایک صاف صاف خبردار کر دینے  
والا (پیغمبر) ہوں۔ (تم کو آگاہ کرتا ہوں) کہ اللہ کی بندگی کرو اور اس سے ڈرو اور میری اطاعت  
کرو، اللہ تمہارے گناہوں سے درگزر فرمائے گا اور تمہیں ایک وقت مقرر تک باقی رکھے گا۔“

۱- یعنی اُن کو اس بات سے آگاہ کر دے کہ جن گمراہیوں اور اخلاقی خرابیوں میں وہ مبتلا ہیں وہ اُن کو خدا کے  
عذاب کا مستحق بنا دیں گی اگر وہ اُن سے باز نہ آئے، اور ان کو بتادے کہ اُس عذاب سے بچنے کے لیے انہیں کون سا  
راستہ اختیار کرنا چاہیے۔

۲- یہ تین باتیں تھیں جو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی رسالت کا آغاز کرتے ہوئے اپنی قوم کے سامنے  
پیش کیں۔ ایک، اللہ کی بندگی۔ دوسرے، تقویٰ۔ تیسرے، رسول کی اطاعت۔ اللہ کی بندگی کا مطلب یہ تھا کہ دوسروں  
کی بندگی و عبادت چھوڑ کر اور صرف اللہ ہی کو اپنا معبود تسلیم کر کے اُس کی پرستش کرو اور اُس کے احکام بجالاؤ۔ تقویٰ کا  
مطلب یہ تھا کہ اُن کاموں سے پرہیز کرو جو اللہ کی ناراضی اور اس کے غضب کے موجب ہیں، اور اپنی زندگی میں وہ  
رُوش اختیار کرو جو خدا ترس لوگوں کو اختیار کرنی چاہیے۔ رہی تیسری بات کہ ”میری اطاعت کرو“، تو اس کا مطلب یہ تھا  
کہ اُن احکام کی اطاعت کرو جو اللہ کا رسول ہونے کی حیثیت سے میں تمہیں دیتا ہوں۔

۳- اصل الفاظ ہیں: يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ۔ اس فقرے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ تمہارے گناہوں  
میں سے بعض کو معاف کر دے گا، بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ اگر تم اُن تین باتوں کو قبول کر لو جو تمہارے سامنے  
پیش کی جا رہی ہیں، تو اب تک جو گناہ تم کر چکے ہو، اُن سب سے وہ درگزر فرمائے گا۔ یہاں مِنْ تَبْعِيضِ کے لیے

وقف لایزہ

إِنَّ أَجَلَ اللَّهِ إِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ ۚ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۴﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّي  
دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا ﴿۵﴾ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِي إِلَّا فِرَارًا ﴿۶﴾ وَ  
إِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ وَاسْتَعْشَوْا

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت جب آجاتا ہے تو پھر ٹالا نہیں جاتا۔ کاش! تمہیں اس کا علم ہو۔“

اُس نے عرض کیا: ”اے میرے رب! میں نے اپنی قوم کے لوگوں کو شب و روز پکارا، مگر میری پکار نے اُن کے فرار ہی میں اضافہ کیا۔ اور جب بھی میں نے اُن کو بلایا تا کہ تُو انہیں معاف کر دئے، انہوں نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور اپنے کپڑوں سے منہ ڈھانک

نہیں بلکہ عَن کے معنی میں ہے۔

۴- یعنی اگر تم نے یہ تین باتیں مان لیں تو تمہیں دنیا میں اُس وقت تک جینے کی مہلت دے دی جائے گی جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری طبعی موت کے لیے مقرر کیا ہے۔

۵- اِس دوسرے وقت سے مراد وہ وقت ہے جو اللہ نے کسی قوم پر عذاب نازل کرنے کے لیے مقرر کر دیا ہو۔ اِس کے متعلق متعدد مقامات پر قرآن مجید میں یہ بات بصراحت بیان کی گئی ہے کہ جب کسی قوم کے حق میں نزولِ عذاب کا فیصلہ صادر ہو جاتا ہے، اُس کے بعد وہ ایمان بھی لے آئے تو اسے معاف نہیں کیا جاتا۔

۶- یعنی اگر تمہیں یہ بات اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ میرے ذریعے سے اللہ کا پیغام پہنچ جانے کے بعد اب جو وقت گزر رہا ہے، یہ دراصل ایک مہلت ہے جو تمہیں ایمان لانے کے لیے دی جا رہی ہے، اور اس مہلت کی مدت ختم ہو جانے کے بعد پھر خدا کے عذاب سے بچنے کا کوئی امکان نہیں ہے، تو تم ایمان لانے میں جلدی کرو گے اور نزولِ عذاب کا وقت آنے تک اس کو ٹالتے نہ چلے جاؤ گے۔

۷- بیچ میں ایک طویل زمانے کی تاریخ چھوڑ کر اب حضرت نوح علیہ السلام کی وہ عرضداشت نقل کی جا رہی ہے جو انہوں نے اپنی رسالت کے آخری دور میں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کی۔

۸- یعنی جتنا جتنا میں اُن کو پکارتا گیا، اتنے ہی زیادہ وہ دُور بھاگتے چلے گئے۔

۹- اِس میں خود بخود یہ مضمون شامل ہے کہ وہ نافرمانی کی رُوں چھوڑ کر معافی کے طلب گار ہوں، کیونکہ

ثِيَابَهُمْ وَأَصْرُهُمْ وَأَسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۝۸ ثُمَّ إِنِّي دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۝۹  
 إِنِّي أَعْلَنْتُ لَهُمْ وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا ۝۱۰ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ  
 إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ۝۱۱ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ۝۱۲ وَيُزِيلُ دُكُمُ  
 بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا ۝۱۳ مَا لَكُمْ

لیے اور اپنی روش پر اڑ گئے اور بڑا تکبر کیا۔ پھر میں نے ان کو ہانکے پکارے دعوت دی۔ پھر میں نے  
 علانیہ بھی ان کو تبلیغ کی اور چپکے چپکے بھی سمجھایا۔ میں نے کہا: اپنے رب سے معافی مانگو، بے شک وہ بڑا  
 معاف کرنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا، تمہیں مال اور اولاد سے نوازے  
 گا، تمہارے لیے باغ پیدا کرے گا اور تمہارے لیے نہریں جاری کر دے گا۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ

اسی صورت میں ان کو اللہ تعالیٰ سے معافی مل سکتی تھی۔

۱۰۔ منہ ڈھانکنے کی غرض یا تو یہ تھی کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کی بات سننا تو درکنار، آپ کی شکل بھی دیکھنا  
 پسند نہ کرتے تھے، یا پھر یہ حرکت وہ اس لیے کرتے تھے کہ آپ کے سامنے سے گزرتے ہوئے منہ چھپا کر نکل جائیں  
 اور اس کی نوبت ہی نہ آنے دیں کہ آپ انہیں پہچان کر ان سے بات کرنے لگیں۔ یہ ٹھیک وہی طرز عمل تھا جو کفار مکہ  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اختیار کر رہے تھے۔ سورہ ہود آیت ۵ میں ان کے اس رویے کا ذکر اس طرح کیا گیا  
 ہے: ”دیکھو، یہ لوگ اپنے سینوں کو موڑتے ہیں تاکہ رسول سے چھپ جائیں۔ خبردار! جب یہ اپنے آپ کو کپڑوں سے  
 ڈھانکتے ہیں تو اللہ ان کے کھلے کو بھی جانتا ہے اور چھپے کو بھی، وہ تو دلوں کی پوشیدہ باتوں سے بھی واقف ہے۔“ (تشریح  
 کے لیے ملاحظہ ہو: تفہیم القرآن، جلد دوم، ہود، حواشی ۵-۶)

۱۱۔ تکبر سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے حق کے آگے سر جھکا دینے اور خدا کے رسول کی نصیحت قبول کر لینے کو  
 اپنی شان سے گری ہوئی بات سمجھا۔ مثال کے طور پر اگر کوئی بھلا آدمی کسی بگڑے ہوئے شخص کو نصیحت کرے اور وہ  
 جواب میں سر جھٹک کر اٹھ کھڑا ہو اور پاؤں پٹختا ہوا نکل جائے، تو یہ تکبر کے ساتھ کلام نصیحت کو رد کرنا ہوگا۔

۱۲۔ یہ بات قرآن مجید میں متعدد مقامات پر بیان کی گئی ہے کہ خدا سے بغاوت کی روش صرف آخرت  
 ہی میں نہیں، دنیا میں بھی انسان کی زندگی کو تنگ کر دیتی ہے، اور اس کے برعکس اگر کوئی قوم نافرمانی کے بجائے  
 ایمان و تقویٰ اور احکام الہی کی اطاعت کا طریقہ اختیار کر لے تو یہ آخرت ہی میں نافع نہیں ہے بلکہ دنیا میں

## لَا تَرْجُونَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۝۱۳ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ۝۱۴ اَلَمْ تَرَوْا

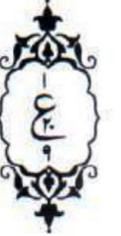
اللہ کے لیے تم کسی وقار کی توقع نہیں رکھتے؟ حالانکہ اُس نے طرح طرح سے تمہیں بنایا ہے۔ کیا دیکھتے نہیں ہو

بھی اُس پر نعمتوں کی بارش ہونے لگتی ہے۔ سورہ ظہ میں ارشاد ہوا ہے: ”اور جو میرے ذکر سے منہ موڑے گا، اس کے لیے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا اٹھائیں گے۔“ (آیت ۱۲۴) سورہ مائدہ میں فرمایا گیا ہے: ”اور اگر ان اہل کتاب نے تورات اور انجیل اور اُن دوسری کتابوں کو قائم کیا ہوتا جو ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس بھیجی گئی تھیں تو ان کے لیے اُوپر سے رزق برستا اور نیچے سے اُبلتا۔“ (آیت ۶۶) سورہ اعراف میں فرمایا: ”اور اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ کی روش اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔“ (آیت ۹۶) سورہ ہود میں ہے کہ حضرت ہود نے اپنی قوم کو خطاب کر کے فرمایا: ”اور اے میری قوم کے لوگو! اپنے رب سے معافی چاہو، پھر اس کی طرف پلٹو، وہ تم پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا اور تمہاری موجودہ قوت پر مزید قوت کا اضافہ کرے گا۔“ (آیت ۵۲) خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے بھی اسی سورہ ہود میں اہل مکہ کو مخاطب کر کے یہ بات فرمائی گئی: ”اور یہ کہ اپنے رب سے معافی چاہو، پھر اس کی طرف پلٹ آؤ تو وہ ایک مقرر وقت تک تم کو اچھا سامان زندگی دے گا۔“ (آیت ۳) حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے لوگوں سے فرمایا کہ ”ایک کلمہ ہے جس کے تم قائل ہو جاؤ تو عرب و عجم کے فرماں روا ہو جاؤ گے۔“ (تشریح کے لیے ملاحظہ ہو: تفہیم القرآن، جلد اول، المائدہ، حاشیہ ۹۶۔ جلد دوم، ہود، حواشی ۳ و ۵۔ جلد سوم، ظہ، حاشیہ ۱۰۵۔ جلد چہارم، دیباچہ سورہ ص)

قرآن مجید کی اسی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے ایک مرتبہ قحط کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بارش کی دعا کرنے کے لیے نکلے اور صرف استغفار پر اکتفا فرمایا۔ لوگوں نے عرض کیا: امیر المؤمنین! آپ نے بارش کے لیے تو دعا کی ہی نہیں۔ فرمایا: میں نے آسمان کے اُن دروازوں کو کھٹکھٹا دیا ہے جہاں سے بارش نازل ہوتی ہے، اور پھر سورہ نوح کی یہ آیات لوگوں کو پڑھ کر سنادیں۔ (ابن جریر و ابن کثیر) اسی طرح ایک مرتبہ حضرت حسن بصری کی مجلس میں ایک شخص نے خشک سالی کی شکایت کی۔ انھوں نے کہا: اللہ سے استغفار کرو۔ دوسرے شخص نے تنگ دستی کی شکایت کی، تیسرے نے کہا: میرے ہاں اولاد نہیں ہوتی، چوتھے نے کہا: میری زمین کی پیداوار کم ہو رہی ہے۔ ہر ایک کو وہ یہی جواب دیتے چلے گئے کہ استغفار کرو۔ لوگوں نے کہا: یہ کیا معاملہ ہے کہ آپ سب کو مختلف شکایتوں کا ایک ہی علاج بتا رہے ہیں؟ انھوں نے جواب میں سورہ نوح کی یہ آیات سنادیں۔ (کشاف)

۱۳ - مطلب یہ ہے کہ دنیا کے چھوٹے چھوٹے رئیسوں اور سرداروں کے بارے میں تو تم یہ سمجھتے ہو کہ

كَيْفَ خَلَقَ اللهُ سَبْعَ سَمَوَاتٍ طِبَاقًا ۝۱۵ وَ جَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَ جَعَلَ الشَّمْسُ سِرَاجًا ۝۱۶ وَ اللهُ أَنْثَبَكُمْ مِّنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا ۝۱۷ ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا وَ يُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا ۝۱۸ وَ اللهُ جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ بِسَاطًا ۝۱۹ لِتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۝۲۰



کہ اللہ نے کس طرح سات آسمان تہ بر تہ بنائے اور ان میں چاند کو نور اور سورج کو چراغ بنایا؟ اور اللہ نے تم کو زمین سے عجیب طرح اُگایا، پھر وہ تمہیں اسی زمین میں واپس لے جائے گا اور اس سے یکا یک تم کو نکال کھڑا کرے گا۔ اور اللہ نے زمین کو تمہارے لیے فرش کی طرح بچھا دیا، تاکہ تم اس کے اندر کھلے راستوں میں چلو۔“

ان کے وقار کے خلاف کوئی حرکت کرنا خطرناک ہے، مگر خداوندِ عالم کے متعلق تم یہ توقع نہیں رکھتے کہ وہ بھی کوئی باوقار ہستی ہوگا۔ اُس کے خلاف تم بغاوت کرتے ہو، اُس کی خدائی میں دوسروں کو شریک ٹھیراتے ہو، اُس کے احکام کی نافرمانیاں کرتے ہو، اور اس سے تمہیں یہ اندیشہ لاحق نہیں ہوتا کہ وہ اس کی سزا دے گا۔

۱۴- یعنی تخلیق کے مختلف مدارج اور اطوار سے گزارتا ہوا تمہیں موجودہ حالت پر لایا ہے۔ پہلے تم ماں اور باپ کی صلب میں الگ الگ نطفوں کی شکل میں تھے۔ پھر خدا کی قدرت ہی سے یہ دونوں نطفے ملے اور تمہارا استقرارِ حمل ہوا۔ پھر نو مہینے تک ماں کے پیٹ میں بتدریج نشوونما دے کر تمہیں پوری انسانی شکل دی گئی اور تمہارے اندر تمام وہ قوتیں پیدا کی گئیں جو دنیا میں انسان کی حیثیت سے کام کرنے کے لیے تمہیں درکار تھیں۔ پھر ایک زندہ بچے کی صورت میں تم بطنِ مادر سے باہر آئے اور ہر آن تمہیں ایک حالت سے دوسری حالت تک ترقی دی جاتی رہی، یہاں تک کہ تم جوانی اور کھولت کی عمر کو پہنچے۔ ان تمام منازل سے گزرتے ہوئے تم ہر وقت پوری طرح خدا کے بس میں تھے۔ وہ چاہتا تو تمہارا استقرارِ حمل ہی نہ ہونے دیتا اور تمہاری جگہ کسی اور شخص کا استقرار ہوتا۔ وہ چاہتا تو ماں کے پیٹ ہی میں تمہیں اندھا، بہرا، گونگا، یا ابلج بنا دیتا، یا تمہاری عقل میں کوئی فتور رکھ دیتا۔ وہ چاہتا تو تم زندہ بچے کی صورت میں پیدا ہی نہ ہوتے۔ پیدا ہونے کے بعد بھی وہ تمہیں ہر وقت ہلاک کر سکتا تھا، اور اس کے ایک اشارے پر کسی وقت بھی تم کسی حادثے کے شکار ہو سکتے تھے۔ جس خدا کے بس میں تم اس طرح بے بس ہو، اُس کے متعلق تم نے یہ کیسے سمجھ رکھا ہے کہ اس کی شان میں ہر گستاخی کی جاسکتی ہے، اس کے ساتھ ہر طرح کی نمک حرامی اور احسان فراموشی کی جاسکتی ہے، اس کے خلاف ہر قسم کی بغاوت

قَالَ نُوحٌ رَبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْكَ مَالَهُ وَوَلَدَهُ  
 إِلَّا خَسَارًا ۝۲۱ وَمَكَرُوا مَكْرًا كَبِيرًا ۝۲۲ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَ  
 لَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا ۝۲۳ وَلَا يَعْثُبُ وَيَعُوقُ ۝۲۴ وَنَسْرًا ۝۲۵ وَقَدْ

نوح نے کہا: ”میرے رب! انھوں نے میری بات رد کر دی اور ان (رہیسوں) کی پیروی کی جو  
 مال اور اولاد پا کر اور زیادہ نامراد ہو گئے ہیں۔ ان لوگوں نے بڑا بھاری مکر کا جال پھیلا رکھا ہے۔ انھوں نے  
 کہا: ہرگز نہ چھوڑو اپنے معبودوں کو، اور نہ چھوڑو وڈا اور سواع کو، اور نہ یعوث اور یعوق اور نسر کو۔ انھوں نے

کی جاسکتی ہے اور ان حرکتوں کا کوئی خمیازہ تمہیں بھگتنا نہیں پڑے گا۔

۱۵- یہاں زمین کے مادوں سے انسان کی پیدائش کو نباتات کے اُگنے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جس طرح کسی  
 وقت اس کُرے پر نباتات موجود نہ تھیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے یہاں اُن کو اُگایا، اسی طرح ایک وقت تھا جب رُوئے زمین  
 پر انسان کا کوئی وجود نہ تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے یہاں اس کی پود لگائی۔

۱۶- مکر سے مراد اُن سرداروں اور پیشواؤں کے وہ فریب ہیں جن سے وہ اپنی قوم کے عوام کو حضرت نوح  
 کی تعلیمات کے خلاف بہکانے کی کوشش کرتے تھے۔ مثلاً وہ کہتے تھے کہ نوح تمہیں جیسا ایک آدمی ہے، کیسے مان لیا  
 جائے کہ اس پر خدا کی طرف سے وحی آئی ہے۔ (الاعراف: ۶۳- ہود: ۲۷) نوح کی پیروی تو ہمارے آراذل نے  
 بے سوچے سمجھے قبول کر لی ہے، اگر اس کی بات میں کوئی وزن ہوتا تو قوم کے اکابر اس پر ایمان لاتے۔ (ہود: ۲۷)  
 خدا کو اگر بھیجنا ہوتا تو کوئی فرشتہ بھیجتا۔ (المؤمنون: ۲۴) اگر یہ شخص خدا کا بھیجا ہوا ہوتا تو اس کے پاس خزانے  
 ہوتے، اس کو علم غیب حاصل ہوتا اور یہ فرشتوں کی طرح تمام انسانی حاجات سے بے نیاز ہوتا۔ (ہود: ۳۱) نوح اور  
 اس کے پیروؤں میں آخر کون سی کرامت نظر آتی ہے جس کی بنا پر ان کی فضیلت مان لی جائے۔ (ہود: ۲۷) یہ شخص  
 دراصل تم پر اپنی سرداری جمانا چاہتا ہے۔ (المؤمنون: ۲۴) اس شخص پر کسی جن کا سایہ ہے جس نے اسے دیوانہ بنا دیا  
 ہے۔ (المؤمنون: ۲۵) قریب قریب یہی باتیں تھیں جن سے قریش کے سردار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لوگوں کو  
 بہکایا کرتے تھے۔

۱۷- قوم نوح کے معبودوں میں سے یہاں اُن معبودوں کے نام لیے گئے ہیں جنہیں بعد میں اہل عرب نے  
 بھی پوجنا شروع کر دیا تھا اور آغاز اسلام کے وقت عرب میں جگہ جگہ اُن کے مندر بنے ہوئے تھے۔ بعید نہیں کہ  
 طوفان میں جو لوگ بچ گئے تھے، ان کی زبان سے بعد کی نسلوں نے قوم نوح کے قدیم معبودوں کا ذکر سنا ہوگا

## أَصْلُوا كَثِيرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا ﴿۲۳﴾

بہت لوگوں کو گمراہ کیا ہے، اور تو بھی ان ظالموں کو گمراہی کے سوا کسی چیز میں ترقی نہ دے۔“

اور جب ازسرنو ان کی اولاد میں جاہلیت پھیلی ہوگی تو انھی معبودوں کے بت بنا کر انھوں نے پھر انھیں پوجنا شروع کر دیا ہوگا۔

وَدَّ قَبِيلُهُ تَضَاعَہ کی شاخ بنی کلب بن وُزْرَہ کا معبود تھا، جس کا استھان انھوں نے دَوْمَةُ الْجَنْدَل میں بنا رکھا تھا۔ عرب کے قدیم کتبات میں اس کا نام وَدَمِ اَبَم (وَدَّ باپو) لکھا ہوا ملتا ہے۔ کلبی کا بیان ہے کہ اس کا بت ایک نہایت عظیم الجثہ مرد کی شکل کا بنا ہوا تھا۔ قریش کے لوگ بھی اس کو معبود مانتے تھے اور اس کا نام ان کے ہاں وُدّ تھا۔ اسی کے نام پر تاریخ میں ایک شخص کا نام عبد وُدّ ملتا ہے۔

سُوع قبیلہ ہذیل کی دیوی تھی اور اس کا بت عورت کی شکل کا بنایا گیا تھا۔ یثبوع کے قریب رُباط کے مقام پر اس کا مندر واقع تھا۔

يَعُوْثُ قبیلہ طے کی شاخ اَنْعَم اور قبیلہ نُدَجج کی بعض شاخوں کا معبود تھا۔ نُدَجج والوں نے یمن اور حجاز کے درمیان جُرش کے مقام پر اس کا بت نصب کر رکھا تھا جس کی شکل شیر کی تھی۔ قریش کے لوگوں میں بھی بعض کا نام عَبْد يَعُوْثُ ملتا ہے۔

يَعُوْقُ یمن کے علاقہ ہمدان میں قبیلہ ہمدان کی شاخ خیان کا معبود تھا اور اس کا بت گھوڑے کی شکل کا تھا۔ نَسْرَجْمِيْر کے علاقے میں قبیلہ حمیر کی شاخ آل ذوالکلاع کا معبود تھا اور بَلْنَجج کے مقام پر اس کا بت نصب تھا، جس کی شکل گدھ کی تھی۔ سب کے قدیم کتبوں میں اس کا نام نَسور لکھا ہوا ملتا ہے۔ اس کے مندر کو وہ لوگ بیت نَسور، اور اس کے پُجاریوں کو اہل نَسور کہتے تھے۔ قدیم مندروں کے جو آثار عرب اور اس کے متصل علاقوں میں پائے جاتے ہیں، ان میں سے بہت سے مندروں کے دروازوں پر گدھ کی تصویر بنی ہوئی ہے۔

۱۸ - جیسا کہ ہم اس سورہ کے دیباچے میں بیان کر چکے ہیں، حضرت نوح علیہ السلام کی یہ بددعا کسی بے صبری کی بنا پر نہ تھی، بلکہ یہ اُس وقت اُن کی زبان سے نکلی تھی جب صدیوں تک تبلیغ کا حق ادا کرنے کے بعد وہ اپنی قوم سے پوری طرح مایوس ہو چکے تھے۔ ایسے ہی حالات میں حضرت موسیٰ نے بھی فرعون اور قوم فرعون کے حق میں یہ بددعا کی تھی کہ ”پروردگار! ان کے مال غارت کر دے اور ان کے دلوں پر ایسی مہر کر دے کہ ایمان نہ لائیں، جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں“، اور اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا تھا: ”تمہاری دعا قبول کی گئی“ (یونس، آیات ۸۸-۸۹)۔ حضرت موسیٰ کی طرح حضرت نوح کی یہ بددعا بھی عین منشاء الہی کے مطابق تھی۔ چنانچہ سورہ ہود میں ارشاد ہوا ہے: وَ اَوْحٰی اِلٰی نُوْحٍ اِنَّہٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِکَ اِلَّا مَنْ

مِمَّا خَطَبْتَهُمْ أُغْرِقُوا فَأَدْخَلُوا نَارًا ۱۹ فَلَمْ يَجِدُوا لَهُمْ مِنْ دُونِ  
 اللَّهِ أَنْصَارًا ۲۵ وَقَالَ نُوحٌ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَيَّ الْأَرْضَ مِنَ  
 الْكُفْرَيْنِ دَيَّارًا ۲۶ إِنَّكَ إِن تَذَرَهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا  
 يَكِدُوا إِلَّا فَا جِرًا كَفَّارًا ۲۷ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمَنْ

اپنی خطاؤں کی بنا پر ہی وہ غرق کیے گئے اور آگ میں جھونک دیے گئے، پھر انہوں نے  
 اپنے لیے اللہ سے بچانے والا کوئی مددگار نہ پایا۔ اور نوح نے کہا: ”میرے رب! ان کافروں میں  
 سے کوئی زمین پر بسنے والا نہ چھوڑ۔ اگر تو نے ان کو چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان  
 کی نسل سے جو بھی پیدا ہوگا، بدکار اور سخت کافر ہی ہوگا۔ میرے رب! مجھے اور میرے والدین کو اور ہر

اِنَّهُمْ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ“ اور نوح پر وحی کی گئی کہ تیری قوم میں سے جو لوگ ایمان لا چکے ہیں، ان کے سوا اب  
 اور کوئی ایمان لانے والا نہیں ہے، اب ان کے کرتوتوں پر غم کھانا چھوڑ دے۔“ (ہود ۳۶)

۱۹ - یعنی غرق ہونے پر ان کا قصہ تمام نہیں ہو گیا، بلکہ مرنے کے بعد فوراً ہی ان کی روئیں آگ کے عذاب  
 میں مبتلا کر دی گئیں۔ یہ بعینہ وہی معاملہ ہے جو فرعون اور اس کی قوم کے ساتھ کیا گیا، جیسا کہ سورہ مومن، آیات  
 ۴۵-۴۶ میں بیان کیا گیا ہے۔ (تشریح کے لیے ملاحظہ ہو: تفہیم القرآن، جلد چہارم، المومن، حاشیہ ۶۳) یہ آیت بھی  
 ان آیات میں سے ہے جن سے برزخ کا عذاب ثابت ہوتا ہے۔

۲۰ - یعنی اپنے جن معبودوں کو وہ اپنا حامی و مددگار سمجھتے تھے، ان میں سے کوئی بھی انہیں بچانے کے لیے نہ  
 آیا۔ یہ گویا تنبیہ تھی اہل مکہ کے لیے کہ تم بھی اگر خدا کے عذاب میں مبتلا ہو گئے تو تمہارے یہ معبود، جن پر تم بھروسہ کیے  
 بیٹھے ہو، تمہارے کسی کام نہ آئیں گے۔

دَخَلَ بَيْتِي مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۗ وَلَا تَزِدِ  
الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا ۝۲۸

النصف  
۷۱

اس شخص کو جو میرے گھر میں مومن کی حیثیت سے داخل ہوا ہے، اور سب مومن مردوں اور عورتوں کو معاف فرمادے، اور ظالموں کے لیے ہلاکت کے سوا کسی چیز میں اضافہ نہ کر۔“